© rasailojaraid.com

حلیہ | ابومعشر کا رنگ گندم گوں اور جسم فربہ تھا۔

بغداد آمد اور وفات | خلیفہ مہدی ان کے علم وفضل کا بڑا قدر داں تھا۔ ان سے اس کی انسیت کی ایک خاص وجہ یہ بھی کہ اس کی ماں جو ام موسیٰ بنت منصور کے نام سے مشہور ہے وہ اس کے غلام رہ چکے تھے۔ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر دونوں کا ساتھ ہو گیا۔ مہدی نے ان کی قدر افزائی کا حکم دیا کہ وہ شاہی خیمہ میں بلائے جائیں۔ اور اس قافلہ کے لوگ ان سے تفقہ حاصل کریں۔ پھر مہدی نے ان کی خدمت میں ایک ہزار دینار کا تحفہ پیش کیا۔ پھر اس کے بعد وہ ان کو ۱۶۰ھ میں مدینہ سے بغداد لے آئے اور تعلیم کی خدمت ان کے سپرد کی۔ اس کے بعد انھوں نے یہیں مستقل قیام اختیار کر لیا حتیٰ کہ رمضان ۱۷۰ھ میں وہیں راہی عالم جاوداں ہوئے[1] خلیفہ وقت ہارون الرشید نے جو اسی سال تخت نشین ہوا تھا۔ نماز جنازہ پڑھائی۔ بغداد کے مقبرۂ کبیر میں مدفون ہوئے[2]

اولاد | جسمانی یادگار کے طور پر صرف ایک صاحبزادے محمد بن ابی معشر کو چھوڑا۔ اپنے والد کی طرح وہ بھی صاحب علم وفضل تھے۔ مشہور محدث ابو ذئب کے محبوب تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ترمذی وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ابومعشر کی کتاب المغازی ان کی ہی روایت کی ہوئی ہے۔ ان کی ثقاہت پر تمام ائمہ متفق ہیں۔ ۹۹ سال کی عمر میں ۲۴۴ھ میں وفات پائی۔

تصنیف | ابومعشر صاحب تصانیف بھی تھے۔ ابن ندیم نے "ولہ من الکتب" لکھا ہے۔ جس سے قیاس ہوتا ہے کہ ان کی تصنیفات ایک سے زائد ہیں لیکن ذکر صرف کتاب المغازی نام کی ایک ہی کتاب کا ملتا ہے۔

خلیلی کا بیان ہے کہ "وتاریخہ احتج بہ الائمۃ" یعنی ائمہ ان کی تاریخ سے استدلال

---

[1] شذرات الذہب ج ۱ص   [2] الانساب سمعانی ورق ۳۱۲ طبع قدیم۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے ہیں۔ اس بیان سے بظاہر ایسا خیال ہوتا ہے کہ فن تاریخ میں بھی ان کی کوئی تصنیف ہے لیکن در اصل یہ ایک ہی کتاب ہے جس کا نام خلیلی تاریخ اور ابن ندیم کتاب المغازی ذکر کرتے ہیں متقدمین کے نزدیک مغازی، سیر اور تاریخ ایک فن سمجھے جاتے تھے۔ ابن ندیم لکھتے ہیں۔

عارف بالاحداث والسیر واحد المحدثین ولہ من الکتب، کتاب المغازی۔[1]

وہ تاریخ وسیر کے عارف اور محدثین میں سے ایک تھے۔ ان کی کچھ کتابیں ہیں جن میں سے ایک کتاب المغازی ہے۔

علامہ شبلی نعمانی نے مقدمہ سیرت میں ابو معشر کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"ابو معشر نجیح المدنی ([illegible]) ہشام بن عروہ کے شاگرد تھے۔ ثوری اور واقدی نے ان سے روایت کی ہے۔ گو محدثین نے روایت حدیث میں ان کی تضعیف کی ہے۔ لیکن سیرت و مغازی میں ان کی جلالت شان کا اعتراف کیا ہے۔ امام احمد حنبل کہتے ہیں کہ وہ اس فن میں صاحب نظر ہیں۔ ابن ندیم نے ان کی کتاب المغازی کا ذکر کیا ہے۔ کتب سیرت میں ان کا نام کثرت سے آیا ہے"۔[2]

---

[1] الفہرست لابن ندیم ص ۱۳۶ [2] مقدمہ سیرت النبی ج ۱ ص ۲۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلسلہ کے لئے دیکھیے برہان ماہ جولائی ۱۹۷۱ء

لطائف اکبری ایک نادر ملفوظ

خواجہ علی اکبر مودودی (۱۲۰۹ھ) کے احوال واقوال

(۶)

الحاج مفتی حافظ محمد رضا انصاری فرنگی محلی لکچرر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

صاحبِ ملفوظ خواجہ علی اکبر مودودی، کا عہد، اٹھارہویں صدی عیسوی کا عین نصف آخر ہے (وفات ۱۷۹۴ء ۱۲۰۹ھ) ان کی عمر کی تعیین کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ قیاسات کی رو سے تخمیناً ساٹھ سال قرار دی جاسکتی ہے کہ طبعی عمر عموماً اس زمانے میں یہی تھی، ان کی جوانی کی آشفتگی، بیعت اور سفر وغیرہ کے مراحل (۱۷۵۰ء ۱۱۶۳ھ) میں تمام ہوچکے تھے اور اس سن میں وہ الہ آباد میں طرح اقامت ڈال چکے تھے۔ ان سب امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی پیدائش لگ بھگ (۱۷۳۰ء ۱۱۴۳ھ) میں مانی جاسکتی ہے، یہ وہ زمانہ ہے جب علمی فضا میں درسِ نظامی، کی گونج پوری قوت سے کارفرما تھی، بانیِ درسِ نظامی ملا نظام الدین محمد فرنگی محلی (وفات ۱۷۴۸ء ۱۱۶۱ھ) فرنگی محل میں درس وتدریس کر رہے تھے۔ دہلی میں شاہ ولی اللہ کی درس گاہ بھی کھل چکی تھی اور علمی تاریخ کے محققین کے خیال کے مطابق شاہ صاحب درسِ حدیث کی اس داغ بیل پر جسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک صدی قبل ڈال چکے تھے۔ تعمیر شروع کرچکے تھے۔

خواجہ مودودی نے اگرچہ کسی مدرسہ، یا درس گاہ میں اور کسی معقولی یا منقولی عالم کی خدمت میں تعلیم حاصل نہیں کی، ـــ ان کا علم اکتسابی نہیں، محض وہبی اور غیبی تھا، جیسا کہ ملفوظات کے اقتباسات سے ظاہر ہے ـــ تاہم جس علمی ماحول میں انھوں نے آنکھ کھولی، اور معاشرے کے جن علمی افراد سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کا سابقہ رہا وہ سب معقولات، یا بالفاظِ دیگر، درسِ نظامی کے ساختہ و پرداختہ تھے جب درس نظامی کے .... بارے میں یہ برابر کہا جاتا رہا ہے کہ حدیث کے درس سے اس کا کوئی لگاؤ نہیں ہے ــ لطائفِ اکبری کے اندراجات سے کم از کم اتنا ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ اسی درسِ نظامی کی گرفت میں رہنے والا ماحول حدیث کے علم سے بے خبر نہ تھا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ تک جو علمی زندگی بسر نہیں کر رہے تھے کتبِ حدیث خاص کر صحیح بخاری اپنے مطالعے میں رکھتے تھے اور کتبِ احادیث کی اہمیت پوری طرح جانتے تھے۔

ذکرِ جہری اور صحیح بخاری | جامع ملفوظ خواجہ حسن مودودی ایک صحبت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ .... نمازِ مغرب سے فراغت کے بعد، جب پھر صحبت منعقد ہوئی تو ذکر اس کا آگیا کہ صاحبِ ملفوظ خواجہ علی اکبر مودودی فرض نمازوں کے ذکر جہری کا کرتے ہیں، خواجۂ مودودی نے فرمایا "بعض علما اور اہلِ طریقت کی رائے ہے کہ نماز کے بعد ذکرِ جہری بدعت ہے۔ اور بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ مستلزم کفر ہے۔ حالانکہ ذکرِ جہری کے جواز کے بارے میں صحیح بخاری میں کئی احادیث موجود ہیں، خواجۂ مودودی نے اس کے بعد صحیح بخاری منگائی اور ایک حدیث اس سلسلہ کی نکال کر فقیر (جامع ملفوظ خواجہ حسن) کو دکھائی۔ یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب الصلوٰۃ میں نماز کے بعد ذکر کے بیان میں ہے راوی اس کے حضرت ابن عباسؓ ہیں وہ فرماتے ہیں :-

ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علیٰ عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و قال کنت اعلم اذا انصرفوا بذالک اذا سمعتہ۔

فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے اس وقت ذکر کرنا جب نماز سے لوگ پلٹنے لگیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں رائج تھا اور جب میں بلند آواز سے (لوگوں کے لوٹتے ہوئے) ذکر سنتا تھا تو جان لیتا تھا کہ نماز ہو گئی ہے۔

صحیح بخاری کے اس باب میں ذکرِ جہری کے ثبوت میں چار اور حدیثیں بھی نظر آئیں۔

لا الٰہ الا اللہ کہنا کفر؟ | اس کے بعد خواجہ مودودی نے فرمایا کہ شیخ افضل الٰہ آبادی کے سگے بھائی نے غازی پور سے شیخ افضل سے لکھ کر پوچھا کہ بعض فقہا کہتے ہیں کہ نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ، کا ذکر کفر ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انھوں نے جواب میں تحریر فرمایا کہ وہ کلمہ جس کے کہنے سے غیر مسلم مسلمان ہوجاتا ہے اس کا نماز کے بعد ذکر کرنا کفر ہو جائے، حیرت ہے! اس قسم کی باتوں سے توبہ کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد شیخ مودودی نے فرمایا کہ بعض جگہ لکھا دیکھا ہے کہ :۔

من قال لا الٰہ الا اللّٰہ بعد الصلوٰۃ کفر — نماز کے بعد جس نے لا الٰہ الا اللّٰہ کہا اس نے کفر کیا۔ مطلب یہ لوگوں نے غور نہیں کیا اور فضولیات میں مبتلا ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا، کنز العباد کے مصنف نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے نماز کے بعد تین بار لا الٰہ الا اللّٰہ بلند آواز سے کہا اس کے چار ہزار کبیرہ گناہ معاف ہو گئے۔ (ص ۲۳)

عیب پوشی ولایت کی پہچان | .... اس کے بعد فخر برادران خواجہ محمد حسین نے (اللہ کرے وہ دونوں جہاں کے قطب ہو جائیں) فقیر (جامع ملفوظ خواجہ حسن) سے کہا "فلاں روز اس محفل سے جو سن کر ہیں گیا تھا اور آپ سے بیان کیا تھا اس کو سماعی ملفوظ میں آپ نے لکھ بھی دیا یا نہیں؟" خواجہ مودودی نے پوچھا "کیا بات تھی وہ؟" خواجہ حسین نے بتایا کہ حضور نے ایک بزرگ کا قول نقل فرمایا تھا کہ ولی کو دس علامتوں سے پہچاننا چاہیئے جن میں سے ایک عیب پوشی ہے۔ خواجہ مودودی نے خواجہ حسین کی طرف گھور کر دیکھا اور فرمایا "بے شک عیب پوشی طریقہ اولیاء اللہ کے لوازم و واجبات میں سے ہے۔ چنانچہ مشہور حدیث میں مذکور ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خرقہ عطا ہوا تھا اور اس کی اجازت دی گئی تھی کہ اپنے اصحاب میں سے اُس کو عنایت فرمائیں جو بندگان خدا کے عیوب کی پردہ پوشی کا عہد کرے، معراج سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اولین صحابہ اور سب سے پہلے تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اگر میں یہ خرقہ تمہیں دوں تو تم کیا کرو گے؟ معدن صداقت و مخزن ولایت (حضرت ابو بکرؓ) نے عرض کیا تصدیق میں اور اضافہ کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا "اچھا اپنی جگہ بیٹھو"، اس کے بعد نقطۂ دائرۂ عدالت و مرکز خطوط ولاد شجاعت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہی دریافت فرمایا انھوں نے عرض کیا۔ انصاف و عدل کی بلندیوں تک چڑھ جاؤں گا۔" فرمایا، اپنی جگہ بیٹھو، پھر یہی سوال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ شرم وحیا کے لباس کو اپنے جسم پر اور زیادہ وسیع کروں گا، آپ نے فرمایا، اچھا بیٹھو، اس کے بعد آپ نے اپنے ابن عم علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے یہی دریافت فرمایا، انھوں نے عرض کیا "بندگان خدا کے عیبوں کی پردہ پوشی میں حد درجہ اصرار و مبالغہ کروں گا"۔ آپ نے فرمایا "خذ ھا ھی لک وانت لھا" (تم ہی اس خرقے کو لے لو، یہ تمہارے لئے اور تم اس کے لئے ہو)

ولی کی علامتیں | اس کے بعد خواجہ مودودی نے فرمایا کہ وہ بات جو اس دن میں نے کہی تھی یہ تھی کہ نفحات الانس میں ابوعبداللہ سالمی کے احوال میں لکھا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں کے درمیان کسی ولی کی کس طرح شناخت کی جائے۔ انھوں نے جواب دیا: "لطافتِ زبان، حسنِ اخلاق، تازہ روئی، دل کی فیاضی، نکتہ چینی کرنے سے پرہیز، عذر کرنے والے کی معذرت قبول کرلینا اور تمام اچھے برے لوگوں پر شفقت کرنا۔ اس کے بعد خواجۂ مودودی نے شناخت کی ان علامتوں میں اضافہ کیا اور فرمایا کہ بعض لوگوں نے خلائق کی پردہ پوشی، ہمیشہ حق کے ساتھ مشغولیت اور بدعتوں سے احتراز کو بھی ولی کی شناخت کی علامتوں میں قرار دیا ہے۔

صوفیا اور حدیث | اس کے بعد خواجۂ مودودی نے فرمایا" یہ حدیث (خرقہ والی) میں نے حدیث کی متداول کتابوں میں نہیں دیکھی ہے اور نہ علمائے ظاہر کی کسی کتاب میں ہے صوفیا کی بعض تصانیف اور رسائل میں ضرور دیکھی ہے" اس کے بعد خواجۂ مودودی نے فرمایا "شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں کئی جگہ تحریر کیا ہے کہ بہت سی حدیثیں جو علمائے ظاہر کے کسی گروہ کے نزدیک بھی صحت و ثبوت کو نہیں پہنچی ہیں صوفیا کے نزدیک صحیح ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کا صدور ثابت ہے اور بہت سی ایسی حدیثیں بھی ہیں جو علمائے ظاہر کے نزدیک صحیح، ثابت اور متصل الاسناد ہیں صوفیا کے نزدیک صحیح و ثابت نہیں ہیں بلکہ موضوع کے درجے سے بھی گری ہوئی ہیں، یہ تحقیق حضرات صوفیا، بالمشافہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرتے ہیں اور صحت و عدم صحت کو براہ راست آپ سے دریافت کر لیتے ہیں۔ (ص ۱۶۴-۱۶۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحمل و بُردباری ..... حاضرینِ محفل میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ مرزا محمد داؤد (مریدوں میں ایک صاحب) تو اب روزانہ ڈھائی سو رکعتوں تک نفل پڑھنے لگے ہیں۔ خواجہ مودودی نے فرمایا "ٹھیک ہے، لیکن ان میں کچھ غصّہ و غضب ہے یہ بھی زائل ہو جائے تو بہت اچھا ہو" اسکے بعد خواجہ مودودی نے فرمایا کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں (اس سلسلے میں داخل ہونے والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) سراسر حلم، فروتنی اور عجز و انکسار ہے اور سوختہ دلی نیز ماسوا سے نفرت و خشکی بھی، یہی وجہ ہے کہ مشائخ چشت سراپا جمال ہیں نہ کہ صاحبِ جلال، ان میں جناب سید علی صابر کلیری کا استثنا رہے کہ وہ مجسم جلال تھے اور خاندان چشت کا سارا جلال ان کی ذات بابرکات میں آگیا تھا۔ یہ ان کی والدہ ماجدہ کی غلطی سے ہوا نہ کہ ان کے شیخ اور ماموں حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے، اگر ایسا ہوتا تو حضرت گنج شکرؒ کی طرف یہ نقص لوٹتا کہ وہ سالک کی تربیت کے آداب سے کما حقہ واقف نہ تھے۔ جناب سید علی صابر کا معاملہ یوں ہوا کہ ان کی والدہ ماجدہ جو حضرت گنج شکرؒ (بابا فرید الملۃ والدین اجھودنی) کی ہمشیرہ تھیں۔ اپنے بیٹے کو بھائی کے پاس لائیں اور تلقین و تربیت کے لئے ان کے سپرد کر دیا، بابا صاحب نے تلقین و ارشاد کے بعد چلّہ کشی کا حکم دیا۔ وہ ایک پہاڑ کے دامن میں جا کر چلّہ کش ہو گئے اور جب چالیس روز کے بعد چلّہ سے باہر آئے تو ان میں پوری کیفیت پائی جاتی تھی۔ چلّہ کے دوران ان کی والدہ ماجدہ بابا صاحب کی خدمت میں بار بار آتیں اور کہتی تھیں کہ میں نے اپنے بیٹے کو تربیت کے لئے آپ کے سپرد کیا تھا نہ کہ اس لئے کہ آپ اس کو تلف کر دیں۔ آپ نے اس کو ایسا گم کر دیا ہے کہ میں اس کے دیدار کو ترس گئی ہوں حضرت بابا صاحب فرماتے کہ ذرا صبر سے کام لو تمہارا بیٹا جلد ہی تمہارے پاس خوبیوں سے آراستہ پیراستہ آئے گا۔ جیسے ہی صاحبزادے چلّہ سے باہر آئے والدہ ماجدہ نے ان کی نقاہت اور لاغری کو دیکھا جو کثرتِ ریاضت سے لاحق ہوئی تھی اور رونا شروع کر دیا۔ چلّہ کشی کے دوران چونکہ جناب سید علی صابر نے کھانے پینے سے کوئی سروکار نہ رکھا تھا اس سے والدہ ماجدہ ماما سے مجبور ہو کر مرغ کی یخنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیار کر کے ان کے لئے لائیں ، باباصاحب کو جوں ہی اطلاع ملی کہ صاحبزادے کے لئے مرغ کی یخنی بنی ہے فوراً کہلوایا کہ حیوانات کے قسم کی کوئی چیز نہ کھلائی جائے ورنہ غصہ وغضب کا جذبہ پیدا ہو جائے گا ، اس اطلاع کے پہنچنے سے قبل ہی وہ صاحبزادے کو یخنی دے چکی تھیں اور اس کے پیتے ہی جلال اور غصہ کا جذبہ پوری طرح ان پر طاری ہوگیا اس لئے کہ اڑنے والے حیوانات میں مرغ بڑا جری اور شجاع اور غصہ ور ہوتا ہے اس کی صفت سے صاحبزادے موصوف ہوئے پھر تو یہ حال ہوگیا کہ تمام کلیر کو تباہ کر دیا۔ ص ۱۳۰ و ص ۱۳۱

عرس کی اہمیت ...... دولت قدم بوسی سے سرفراز تھا۔ اتفاق سے اس روز شاہ ابو الفتح مودودی بھی موجود تھے ، انھوں نے جانے کی اجازت چاہی ، خواجہ مودودی نے فرمایا کہ آج قطب فرد محترم اولیائے امجد شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کا یوم عرس ہے۔ بہتر ہے کہ ان کے ہم مشرب اس جگہ شریک ہوں تو آپ بیٹھے ہوئے فاتحہ میں شرکت کریں تو مناسب ہوگا " اس کے بعد خواجہ مودودی نے فرمایا کہ ہمارے طریقہ چشتیہ میں بزرگوں کے فاتحہ کے دن کی بڑی اہمیت ہے۔ اس روز کھانا اور گانا بھی ضرور ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اہل وجد اور صاحبان حال کا اجتماع ہو جایا کرے تاکہ ہر ایک کو ارباب حال میں سے ایک درجہ اور ترقی ہو اور دوسرے حاضرین کو (جو ارباب حال میں سے نہیں ہیں) حسب حیثیت فائدہ ہو ، دیکھو ایک لکڑی اگر جلائی جائے ، تو مشکل سے جلتی ہے اور آنچ نہیں دیتی لیکن اگر کئی لکڑیاں جمع کر کے جلائی جائیں تو ایک دنیا کو پھونک دیں اور خشک و تر سب کو خاک کر دیں لیکن عرس کے چند شرائط ہیں جو اس زمانہ میں مفقود ہو گئے ہیں۔ اسی لئے یہ فقیر خواجہ مودودی ، اب ان امور (کھانا ، گانا اور اجتماع) کا پابند نہیں رہا ہے۔ صرف فاتحہ پر قانع ہو گیا ہے ، جس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ قرآن اور سورۂ فاتحہ اور درود شریف پڑھ کر صاحب عرس کی روح کو بخشنا ، اگر کھلانے کی کوئی چیز مل جائے تو بہتر ہے ورنہ ایک آب خورہ پانی ہی پر فاتحہ دے دیتا ہوں "

قاسم بنگالہ سید محمد ۔ اس کے بعد خواجہ مودودی نے فرمایا کہ " ہمارے پیروں میں حضرت شیخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حسام الحق مانک پوری، عرس کے بڑے پابند تھے۔ ایک دفعہ کسی بزرگ کا فاتحہ تھا اور اس دن کچھ بھی پاس نہ تھا۔ گھبرائے کر دریا کی طرف گئے، کہ پانی لے آئیں، موروثی قوال، عرس کی خبر پاکر در دولت پر حاضر ہوئے۔ پتہ چلا کہ حضرت پانی لینے کے لئے دریا پر تشریف لے گئے ہیں۔ یہ بھی ان کے پیچھے دریا کی طرف چل دیئے۔ جب دریا پر پہنچے دیکھا کہ حضرت گھڑا بھر کر سر پر رکھے واپس آرہے ہیں۔ قوالوں نے گانا شروع کر دیا اور آگے آگے چلنے لگے، حضرت پر وجد طاری ہوگیا اور وجد کرتے ہوئے خانقاہ کی طرف چلے۔

حضرت کا طریقہ تھا کہ صرف ایک لنگی اور ایک چادر استعمال کرتے تھے اور کوئی لباس بدن پر نہیں ہوتا تھا اسی حال میں خانقاہ کی طرف آرہے تھے، سید محمد، بنگال کی نظامت پر مامور ہو کر دہلی سے بنگال جارہے تھے۔ لاؤ لشکر بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ اسی مقام پر خیمہ زن تھے۔ انھوں نے سنا کہ ایک درویش اس حال میں رقص کناں جا رہا ہے۔ تماشہ دیکھنے کے لئے شیخ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوگئے راستہ میں کہیں شیخ کو نہیں پایا کسی واسطہ سنا کہ اسی حال میں شیخ اپنے گھر میں مشغول رقص ہیں اور شیخ کے گھر تک آگئے اور اسی حالت میں شیخ کو پایا کہ مصروفِ رقص ہیں ہنس پڑے، اسی وقت شیخ کی نظر ان پر پڑی اور وجد و رقص کی حالت میں ان کی طرف متوجہ ہو کر شیخ نے اپنے دونوں ہاتھ ان کے شانوں پر رکھے اور فرمایا "سید! ناچ دیکھنے آئے ہو؟" یہ سننا تھا کہ سید محمد (ناظم بنگالہ) نے کپڑے پھاڑ ڈالے اور ننگے بدن زمین پر گر پڑے شیخ نے اپنی لنگی ان کے باندھی اور مٹی کے دانوں کی جو مالا اپنی گردن میں اس وقت ڈالے ہوئے تھے۔ اتار کر سید محمد کے گردن میں پہنا دی، شیخ کا معمول تھا کہ حالت وجد میں گلے میں مالا ڈال لیا کرتے تھے اس وقت اسے اتار کر سید محمد کو عطا فرمادی اور فرمایا کہ اسی حال میں اس کو اس کے لاؤ لشکر تک پہنچا دو قوال ان کو لئے خیمہ تک پہنچا آئے، انھوں نے امارت و ثروت کا سارا سامان جو ان کے ساتھ تھا لٹا دیا اور تہبند پوش ہو کر درویشی اختیار کرلی اور شیخ کی خدمت میں رہنے لگے۔ پھر تو ان کو جو ملنا تھا وہ ملا، چنانچہ ان کو خرقہ بھی نصیب ہوا سید محمد کا مرقد سہسوہ میں ہے جو صوبہ الہ آباد ضلع کوڑہ سے متعلق ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل ہوتی ہے۔

۵۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امیر خسرو اور شیخ علی حزیں .... (امیر خسرو دہلوی کی شاعری کی حد سے زیادہ تعریف و توصیف کے دوران) خواجہ مودودی نے فرمایا: " فقیر نے شیخ محمد علی حزیں سے خود سنا وہ کہتے تھے کہ خسرو کے کلام میں شاعری کی جو خوبیاں اور جو بدائع و غرائب شعریہ پائے جاتے ہیں وہ قدیم شعرا میں سے کسی میں نہیں پائے جاتے، خواہ وہ فردوسی ہو، نظامی گنجوی ہو یا اور کوئی شاعر ہو کسی میں یہ بات نہیں ہے جو خسرو میں ہے " ص ۲۶

مدرسہ ملا نظام الدین .... ایک دفعہ فقیر (جامع ملفوظ خواجہ حسن) زبدۃ العرفا (خواجہ مودودی) کی موجودگی میں ایک طالب علم کے ساتھ "غنا" کی حلت و حرمت کے مسئلے میں بحث میں الجھ گیا، طالب علم درپے جہالت ہونے لگا، زبدۃ العرفا نے فقیر سے مخاطب ہو کر فرمایا "چپ ہو جاؤ کہ جواب جاہلاں باشد خموشی" اس کے بعد اس محفل سے سبھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور یہ محفل حضرت ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ (فرنگی محلی) کے مدرسہ میں ملا صاحب کے پوتے کی تقریب تسمیہ خوانی کے سلسلہ میں منعقد ہوئی تھی۔

جواب جاہلاں؟ ایک روز جامع علوم منقول و معقول مولوی محمد مبین (فرنگی محلی) جو ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عقیقی بھائی کے پوتے ہیں (ملا مبین فرنگی محلی ملا نظام الدین کے حقیقی بڑے بھائی ملا محمد سعید کے پرپوتے تھے، اس طرح :- ملا مبین ابن ملا محب اللہ بن ملا احمد عبدالحق بن ملا محمد سعید) زبدۃ العرفا (خواجہ مودودی) کی ملاقات کو تشریف لائے اور اسی محفل کا (جو مدرسہ ملا نظام الدین میں تقریب تسمیہ خوانی کی منعقد ہوئی تھی) ذکر چھڑ گیا، ملا مبین نے فرمایا کہ "جواب جاہلاں باشد خموشی" اس وقت جو آپ نے فرمایا تھا وہ انتہائی برمحل اور مناسب تھا،" خواجہ مودودی نے برجستہ جواب دیا کہ " اس کا یہ مطلب نہیں کہ جہل کی نسبت اس (طالب علم) کی طرف میں نے کی تھی، بلکہ اپنی طرف جہل کو منسوب کیا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ جاہلوں کے لئے (کسی علمی بحث کے سلسلے میں) جو جواب سزاوار اور مناسب ہے وہ یہی ہے کہ خاموشی اختیار کرلیں اس لئے کہ جب جاہل کو علم نصیب نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ وہ خاموش ہو جائے۔ مولوی محمد مبین سلمہ اللہ تعالیٰ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داد انصاف دیتے ہوئے فرمایا" یہ بالکل نئے معنی آپ نے کہے، خود شاعر کے ذہن میں کبھی یہ مطلب نہ ہوگا" (افادات ۵)

خطبہ قبول کرنے والا [illegible] .... [illegible] گفتگو میں خواجہ مودودی نے جامع علوم منقول وفنون معقول نواب حجت خاں بہادر [illegible] حافظ الملتہ والدین اللکھنوی کے پوتے مولوی [illegible] مولوی عبد [illegible] کے بارے میں کچھ سفارشی کلمے کہے اور فرمایا "جس طرح تمہارے [illegible] حافظ الملک شہید حافظ رحمت خاں بہادر رحمتہ اللہ سبحانہ کے بڑے حقوق ان کے مولوی محمد ناصح [illegible] المساجد حق پر مولوی عبد العلی سلمہ اللہ پر ملا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی پر [illegible] اسی طرح ان [illegible] ملا بحر العلوم [illegible] حقوق بھی تم پر ثابت ہیں۔ بلکہ ان سے زیادہ اور بلند درجے کے ہیں [illegible] تم لوگوں سے جو فوائد حاصل ہوئے وہ محض دنیاوی تھے [illegible] ملا بحر العلوم سے جو فوائد تم سب کو حاصل ہوئے وہ دینی ہیں، یعنی وہ فوائد جو استاد کی تدریس [illegible] دینی علوم کی تعلیم سے تم کو حاصل ہوئے اور دینی علوم سے وابستگی کے نتیجے میں [illegible] تم کو نصیب ہوئیں [illegible] نیکیوں اور اچھائیوں پر اللہ تعالیٰ سے جو اجر و ثواب [illegible] سبب سے ہے اس طرح استاد کے حقوق بدرجہا بلند [illegible] دنیاوی فوائد سے جو استاد کو (مالی شکل میں) پہنچتا ہے۔ بے شک! [illegible] لوگوں کی طرف سے ان کی (بحر العلوم کی) جو خدمتیں ہوئیں ان سے بھی دینی اور آخروی فوائد حاصل [illegible] رؤسا علما کی جو خدمتیں کرتے ہیں و علما و فضلا کی پریشان حالی رفع کرنے [illegible] سبب ہو جاتی ہیں جو علما فکر معاش سے بے فکر ہو کر [illegible] دینی علوم پھیلانے میں منہمک [illegible] خطبہ قبول کرنے والے کا حق دینے والے پر اس سے زیادہ ہوتا ہے [illegible] دینے والے کا حق لینے والے پر ہوتا ہے۔ حاضرین محفل میں سے کسی نے دریافت کیا کہ یہ کیسے معطی (دینے والا) پر آخذ (قبول کرنے والا) کا حق زیادہ ہوتا ہے؟ خواجہ مودودی نے فرمایا "لینے والا، دینے والے سے جو [illegible] لیتا ہے [illegible] میں لکھا جاتا ہے، دینے والا [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سا سے زیادہ اور کوئی حیثیت نہیں رکھتا کہ وہ آخذ (لینے والے) کے حصہ کا امانت دار ہے، آخذ نے معطی سے اپنا حصہ لے کر، اس کو بار امانت سے سبکدوش کر دیا۔ اب معطی اس سے بے خوف ہو گیا کہ کہیں یہ امانت کسی اور کو نہ دیدے یا کسی اور مصرف میں صرف نہ کر ڈالے۔ اگر کہیں ایسا اس سے سرزد ہو جاتا تو اس کے حق میں بہتر نہ ہوتا، تو اس طرح آخذ نے معطی سے اپنی امانت لے کر اس کو زیر بارِ احسان کر دیا۔ آخذ نے معطی سے وہی لیا جو اس کے نصیب میں لکھا تھا اس سے زیادہ نہیں لیا، لیکن آخذ نے اپنا حصۂ نصیب چونکہ معطی کے واسطے سے پایا اس لئے معطی کو دنیا میں نیک نام ہونے کا اور آخرت میں ثواب حاصل کرنے کا موقعہ آخذ نے فراہم کر دیا۔ معطی نے چند ٹکوں سے زیادہ نہیں دیا مگر اس کے مقابلے میں جتنی نیک نامی اور ثواب کمایا اس کے دیکھتے اس عطیہ کی کوئی حقیقت اور حیثیت نہیں۔ اس کے علاوہ آخذ نے عطیہ لے کر (دنیا کی نظروں میں) خود کو ذلیل کیا اور آخذ کی ذلت سے معطی کی عزت بڑھی، تو گویا یہ عزت افزائی بھی آخذ کا معطی پر احسان ہوئی"۔

<u>ہندی مثل کی تشریح</u>: اسی گفتگو کے سلسلہ میں ایک صاحب نے کہا "ہندی زبان کی مشہور مثل ہے "داتا کے تین گن، دیوے بھی، نہ بھی دیوے، دے کر چھین لیوے"۔ علاء الدین خاں نے اہل حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا "صفت تو دینا ہے بس، یہ کہ نہ دینا یا دے کر لے لینا"۔ خواجہ مودودی نے فرمایا "اس ہندی مثل کے وہ معنی نہیں ہیں جو لوگ سمجھ رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ دینے والے کے پاس جو ہے دے، وہ دے دیتا ہے، دینے کے بعد وہ طعنہ نہیں دیتا اور احسان نہیں جتاتا۔ ایسا کرنا دینے کی فضیلت کو باطل کر دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی (احسان رکھ کر یاد دلا کر اپنے دینے کے فعل کو باطل نہ کرو) اب یہ جو ہے کہ دے کر چھین لیوے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آخذ (لینے والے) کی حاجت وہ لے لیتا ہے، اس کو جو دیتا ہے اس کے نتیجے میں لینے والے کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔" صفحہ ۲۳-۲۴-۲۵۔

<u>سالک، مسافر، مجذوب</u> ...... اس کے بعد فقیر (جامع ملفوظ خواجہ حسن) نے عرض کیا کہ اس قصبہ (یعنی لکھنؤ) کے باہر جو عورت ویرانے میں رہتی ہے وہ حالت سکر میں ہے یا مجذوبہ

© rasailojaraid.com